R. No. 2186/57 Regd. No. A. 95

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Telephone-No. 29
Telegrams "ANJUMAN"

جلد ۲۱ ۔ شمارہ ۴۴ | ایڈیٹر آل احمد سرور | علی گڑھ ۔ ۲۲ نومبر ۱۹۶۲ء

ایم ۔ اے ۔ حسن ایچ ۔ انصری

تلفظ اور املا کی اصلاح

حیات اللہ صاحب انصاری کے مجوزہ تین خفیف اعرابوں سے بحث کرنے سے قبل میں ضروری سمجھتا ہوں کہ چند طویل اعرابوں کی اپنی تجویز کا اعادہ کر دوں ۔ پچھلے مضمون (ہماری زبان مورخہ ستمبر) میں میں نے بتایا تھا کہ چونکہ ہم مروجہ طریقے کے مطابق "میل" کو मैल ' मेल ' मील ' मयल اور "کوٹ" کو कवट ' कट اور कोट بھی پڑھ سکتے ہیں اس لئے لازمی طور پر "ی" اور "و" کی مختلف صورتوں میں امتیازی فرق ہونا چاہیے ۔

اس کے لئے ہم چاہتے تو یہ سکتے کہ جس طرح ہم نے "ب" کے اوپر نیچے نقطے گھٹا بڑھا کر ب ، پ ، ت ، ٹ وغیرہ مختلف حروف بنائے ہیں اسی طرح نقطے گھٹا بڑھا کر ان کی جملہ صورتوں میں نمایاں فرق پیدا کر دیں لیکن ایسا کرنا ممکن نہیں ہے کیونکہ نقطے گھٹانے سے "ب" اور بڑھانے سے "پ" کا گمان ہوگا ۔

چنانچہ کافی غور کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہم دو نقطوں کو ہی بنیاد مان کر صرف نقطوں کو ملانے کا انداز ہی مختلف رکھیں تاکہ جہاں اردو کا موجودہ چہرہ مہرہ برقرار رہے وہاں "ی" کی ہر صورت میں واضح فرق پیدا ہو جائے ۔ پھر بھی چونکہ عام تحریر میں ہم نقطے لکیروں (۔ ۔ ۔) کی طرح لکھ دیتے ہیں اور صرف خوش خط نستعلیق تحریر میں ہی نقطے استعمال کرتے ہیں اس لئے میری تجویز ہے کہ ہم عام تحریر میں نقطے ایسی لکیروں ہی سے ظاہر کریں جو دو نقطوں کی نمائندگی کر سکیں اور صرف طباعت میں ہی نقطوں کو ملانے کا الگ الگ انداز رکھیں ۔ جیسے

۱ عام تحریر میں ۔ میل ۔ मयल ' میل ۔ मील ' میل ۔ मेल

اور میل ۔ मैल ' لیکن خوش خط تحریر میں انھیں ہم سلسلہ وار میل ، میل ، میل اور میل لکھیں گے ۔ اور اگر ہم مروجہ طریقے کے مطابق نقطے رہیں گے تو "میل" کو حسب موقع मयल ' मील ' मेल اور मैल بھی پڑھیں گے اور اس طرح موجودہ کتابیں پڑھنے میں کسی طرح کی نئی دقت نہیں ہوگی ۔

تین خفیف اعراب ۔ جناب حیات اللہ صاحب نے تین خفیف (اَے ، اِے ، اُو) اعرابوں کی تجویز پیش کی ہے اور اس تجویز کی جناب ڈاکٹر گیان چند صاحب نے بھی تائید فرمائی ہے ۔ اگر ہم اس تجویز کو مان لیتے ہیں تو معاملہ سلجھنے کے بجائے اور اُلجھ جاتا اور اردو سیکھنا سہل ہونے کے بجائے ایک بھول بھلیاں بن جاتا ہے ۔ وہ نیز کثیف اور خفیف کا جھمیلا اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ بچے کیا بالغ بھی ہمیشہ غلط فہمیوں کا شکار ہوتے رہیں گے ۔

اگر ہم مختلف اردو الفاظ کے تلفظ پر غور کریں ۔ تو معلوم ہوگا کہ حیات اللہ صاحب کی یہ تجویز بے بنیاد نہیں ہے کیونکہ ہم نا ... ہم خواہ زبر ، زیر اور پیش ہی کیوں نہ لکھتے ہوں لیکن پڑھنے میں زبر ، زیر اور پیش کا کئی طرح سے تلفظ کرتے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق خفیف ہی ہیں لیکن محفل کا बेहूद ' بیہودہ کا मेहफ़िल ' कहना کا बेहतर ' بہتر کا मेहनत ' محنت کا मोहर ' مہر کا मोहसिन ' محسن کا सेहरा ' سہرا کا اور کہرام کا कोहराम تلفظ کرتے ہیں ۔ اور دوئی اول الذکر تین کو ... اور دلی اور لکھنو میں تو شاید ان تینوں کا بھی ... تلفظ ہوتا ہے جو انصاری صاحب ... ہیں ۔ ... بالا الفاظ کا ... صحیح تلفظ مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زبر اور پیش کا

ہندی کے ऐ ، ए اور औ کی آوازیں ملی ہوئی ہیں۔

اب آپ بَن ، بِن ، بُن ، بَل ، بِل ، بُل اور کَل ، کِل ، کُل میں زبر ، زیر اور پیش کے استعمال پر غور کیجئے۔ آپ کو واضح طور پر معلوم ہوگا کہ زبر ، زیر اور پیش میں ऐ ، ए اور औ کی نہیں بلکہ ہندی کے अ ، इ اور उ کی آوازیں ملی ہوئی ہیں۔

غور کیجئے یہ کس قدر عجیب سی بات ہے کہ ایک بار ہم 'کُ' کو 'कौ' اور 'کِ' کو 'कै' پڑھ کر کُہرام کا कोहराम اور کِسان کا केसान اور دوسری بار 'کُ' کو कु اور 'کِ' کو कि سمجھ کر کُل کا कुल اور کِس کا किस تلفظ کرتے ہیں۔ اب سوال یہ اُٹھتا ہے کہ آخر ایک ہی اعراب میں متضاد آوازیں کیوں ہیں؟ کیا قدماء نے ہی ایک ہی اعراب کو مختلف آوازوں کے لئے مقرر کیا ہے؟ اور کیا ہم ایک ہی اعراب کو دو طرح پڑھنے میں حق بجانب ہیں؟ اگر ہیں تو یہ طریقہ سائنٹفک نہیں ہے اور اگر نہیں ہیں تو اس کا ایک ہی استعمال ہونا چاہیئے۔

اگر ہم مختلف زبانوں کے الفاظ کے تلفظ کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ طبعی حالات اور زمان و مکاں کی تبدیلیوں کے ساتھ بول چال کی زبان بھی بدلتی جاتی ہے، اور یہ صرف اُردو کے ساتھ ہی نہیں بلکہ دُنیا کی ہر زبان کے ساتھ ہوتا ہے۔ عرب میں عربی سات طرح سے بولی جاتی ہے۔ انگلینڈ، امریکہ اور آسٹریلیا کی انگریزی میں خاصہ فرق نظر آتا ہے اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کی اُردو میں بھی نمایاں فرق معلوم پڑتا ہے۔ حالاں کہ کسی بھی مقام پر ان زبانوں کے حروف، اعراب اور ہجّے وغیرہ میں کسی طرح کا فرق نہیں ہے اور ہر جگہ ادب و انشا کی زبان ایک ہی ہے۔

ظاہر ہے کہ تلفظ کے ان مختلف طریقوں میں سے کوئی ایک طریقہ ہی سائنٹفک اور ہجّے کے عین مطابق ہوگا اور بقیہ تمام علاقہ کی طبعی مجبوریاں، ہماری غلط فہمیاں اور عوام کی بھولیں ہی ہوں گی۔ لیکن خوشی کی بات تو یہ ہے کہ مختلف مقامات کے تلفظ میں ہزار اختلاف کیوں نہ ہو لیکن کوئی کسی کو غلط قرار نہیں دیتا بلکہ صرف یہ کہتا ہے کہ یہ فلاں ملک یا علاقہ کے تلفظ کرنے کا انداز ہے۔ ہاں البتہ اگر آپ اپنی زبان کو کسی علاقے کے لئے محدود رکھنا چاہتے ہیں تو شوق سے اپنی زبان کے حروف اور اعراب کی تعداد گھٹا بڑھا سکتے ہیں اور اگر آپ اپنی زبان کو کسی علاقہ میں محصور کرنا نہیں چاہتے تو تلفظ کے معاملہ میں رواداری برتنی ہی پڑے گی۔

بہرحال اب تحقیق طلب یہ بات رہ جاتی ہے کہ زبر، زیر اور پیش کے مذکورۂ بالا دونوں استعمالوں میں سے کونسا استعمال قدرتی اور اعراب کے عین مطابق ہے۔ میرے ناچیز خیال میں زبر، زیر اور پیش کا موخرالذکر استعمال ہی بالکل صحیح ہے کیونکہ اس استعمال کی کثرت ہے۔ اور بہار میں تو عوام 'کہنا' کو कहना ، 'کتاب' کو किताब اور محسن کو मुहसिन ہی بولتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ چند پڑھے لکھے خواص ڈاکٹر صاحب کی طرح تلفظ کرتے ہوں۔ اس لئے میرے نزدیک 'محفل' کا महफिल ، 'بہبود' کا बहबूद ، 'کہنا' کا कहना ، 'محنت' کا मिहनत ، 'بہتر' کا बिहतर ، 'سہرا' کا सिहरा ، 'محسن' کا मुहसिन ، 'مُہر' کا मुहर اور کُہرام کا कुहराम تلفظ ہی سائنٹفک اور اعراب کے مطابق ہے اور بقیہ تمام علاقائی مجبوریاں اور عوام کی بھولیں ہیں۔

اگر آپ مذکورۂ بالا الفاظ کے تلفظ کے لئے فارسی بولنے والوں کی سند پیش کریں گے تو میں کہوں گا کہ کیا پورے ایران اور افغانستان میں ایک ہی طرح سے فارسی بولی جاتی ہے اور کیا خود فارسی بولنے والوں کے تلفظ میں کسی طرح کا اختلاف نہیں ہے؟ میں کہوں گا یقیناً ہے اور اس سے دنیا کی کوئی بھی زبان مُبرّا نہیں ہو سکتی۔ جب حال یہ ہے تو کوئی ایک دوسرے کی متضاد تقلید میں اپنا سر کیوں پھوڑتا اور اپنی زبان کو ایک معمّہ بناتا پھرے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم نے جتنے اعرابوں کو مان لیا ہے اُن سے ہم پوری صحت کے ساتھ تمام عربی اور فارسی الفاظ کو بول سکیں گے، اور اگر کہیں کسی ضابطے کے تحت تھوڑا فرق ہوگا بھی تو یہ کوئی ایسا گناہ نہیں ہوگا جس کا کفارہ نہیں ہو سکے۔ بلکہ اس کے لئے زیادہ سے زیادہ لوگ یہی کہیں گے کہ یہ اُردو بولنے والوں کے تلفظ کا انداز ہے۔ اس پر بھی اگر مذکورۂ بالا الفاظ کا وہی سائنٹفک تلفظ ہے جو ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں تو پھر اگر انھیں میحفِل ، بیہبود ، کیہنا ، میحنت ، بیہتر ، سیہرا ، مُوحسِن ، مُوہر اور کوہرام لکھا جائے تو فارسی داں اسے کیا پڑھیں گے؟ اور اگر مجوزہ خفیف اعرابوں کو مان لیا جائے تو کیا خفیف اور کثیف اُے، اِے اور اُو میں تمیز کیا جا سکے گا؟ اور کیا ڈاکٹر صاحب کو توقع ہے کہ ان نئے خفیف اعرابوں پر پابندی سے عمل کیا جائے گا اور اس سے تلفظ میں یکسانیت آ جائے گی؟ میرا دعویٰ ہے کہ اعراب جتنے بھی ایجاد کر لئے جائیں، مگر تلفظ پر زبان و مکان کا اثر پڑے گا ہی۔ ہاں البتہ اتنا تو ضرور ہوگا کہ ہندی اُردو اعرابوں میں ربط پیدا نہیں ہو سکے گا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہماری تحریک ہی ختم ہو جائے گی۔

(باقی صفحہ ۱۲ کالم ۲ پر)

ہماری زبان

۲۲ر نومبر ۱۹۶۲ء

اُردو دوستوں سے اپیل

ہماری سرحد پر چین کا جارحانہ حملہ جاری ہے۔ گو ابھی تک سخت مقابلے کے باوجود، ہماری فوجوں کو پیچھے ہٹنا پڑا ہے، مگر ہمیں یقین ہے کہ بہت جلد مناسب تیاری کرکے ہماری فوجیں جوابی حملہ کریں گی اور چینیوں کو جنھوں نے ہماری مقدس سرزمین کے ایک گوشے پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے نکال باہر کریں گی۔ اس موقع پر سب سے مقدم یہ ہے کہ ہم لوگ افواہوں پر یقین نہ کریں، چھوٹے چھوٹے اختلافات کو نظر انداز کردیں، جنگ کے لئے ہر ممکن تیاری کریں۔ خود ضبط و نظم قائم رکھیں اور ملک میں ضبط و نظم قائم رکھنے میں مدد دیں۔ ہم میں سے ہر ایک کو نہ صرف قومی محاذ فنڈ کے لئے فیاضی سے چندہ دینا ہے بلکہ اپنے اپنے کاموں کا حق ادا کرتے ہوئے اس نازک موقع پر ملک کی خدمت کے لئے بھی وقت نکالنا ہے۔ اس وقت سونے کی اہمیت زیادہ ہے، کیونکہ اگر بہت سا فالتو اور چھپا ہوا سونا سامنے آجاتا ہے تو ہمارے ریزرو بینک کی ساکھ بڑھتی ہے اور فوجی ضروریات کے لئے ہم زیادہ سامان خرید سکتے ہیں، مگر ہمیں زیادہ تر سامان خود تیار کرنے کے لئے انتظامات کرنے ہیں اور بڑے پیمانے پر کرنے ہیں۔ یہ لڑائی صرف فوجیوں کو یا سیاست دانوں کو یا حکومت کے کارکنوں کو نہیں لڑنی ہے، ہم سب کو لڑنی ہے اور اس کے لئے ذہنی طور پر اپنے آپ کو چست اور ہر حال میں بیدار رکھنا ہے۔ اس وقت اُردو دوستوں کا فرض ہے کہ وہ اُردو کی خدمت بند نہ کریں مگر خدمت کے اس راستے میں اس کا ہر وقت خیال رکھیں کہ اس وقت ہمیں ایک بے اصول بے رحم اور خطرناک دشمن کا مقابلہ کرنا ہے اور اس کے لئے اپنی ساری طاقت استعمال کرنی ہے۔ ہمیں اگر اس وقت کافی تیاری نہ ہونے کی وجہ سے یا ساز و سامان کی کمی کی وجہ سے یا صرف کثیر تعداد میں اور ہر ہتھیار سے لیس دشمن کا سامنا کرنے کی وجہ سے کچھ پیچھے ہٹنا پڑا ہے تو اس سے ہماری ہمت کیوں پست ہو، ہمارے عزم اور ارادے میں کمزوری کیوں آئے۔ ظلم اور جبر اور ناانصافی اور زبردستی اور زیادتی کے ہر مظاہرے کے بعد ہماری مقابلے کی قوت اور بڑھنی چاہئے یہاں تک کہ اس آہنی دیوار کے سامنے چینیوں کے ناپاک ارادے دم توڑ دیں۔

'ہماری زبان' زبان و ادب کے مسائل کی ترجمانی کرتا ہے۔ یہ اردو زبان و ادب کی خدمت کے لئے وقف ہے۔ اس کا کام ہندستان میں اُردو زبان و ادب کی بقا اور ترقی کے لئے فضا ہموار کرنا، اور اس کام میں تمام اُردو دوستوں کی مدد کرنا ہے لیکن ہماری زبان بھی اس موقع پر جنگ اور اس سلسلے میں ملک و قوم کے فرائض پر اس لئے زور دے رہا ہے کہ اس کا ایمان ہے کہ قوم کی ترقی میں ہی زبانوں کی ترقی ہے اور قوم کی آزادی کو خطرہ ہو تو ہر چیز کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں لینے چاہئیں کہ ہم اپنا اُردو زبان و ادب کی بقا اور ترقی کا کام چھوڑ دیں گے۔ ہم یہ کام جاری رکھیں گے، مگر اس کا احتجاجی پہلو، ہنگامہ پرور پہلو، حکومت کے لئے مشکلات پیدا کرنے والا پہلو فی الحال ترک کردیں گے۔ ہم مثلاً کرپلانی رپورٹ میں اگر خامیاں پائیں گے تو اُس کی طرف توجہ دلائیں گے۔ خامی کو خوبی کہنے کے لئے ہم کسی حالت میں آمادہ نہیں ہو سکتے۔ اگر اس میں ہم کو کچھ خوبیاں نظر آئیں تو ہم ہر حال میں ان کی طرف اشارہ کریں گے۔ مگر کچھ لوگ ہمارے پچھلے اداریے سے یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ہم کرپلانی رپورٹ پر اظہار خیال روکنا چاہتے ہیں یا اگر یہ کڑوی گولی ہے تو اسے اُردو دوستوں کے حلق سے کسی ترکیب سے اُتار دینا چاہتے ہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ ہر بات ذمّے داری سے کہی جائے۔ ابھی رپورٹ شائع نہیں ہوئی ہے، صرف خلاصہ آیا ہے۔ خلاصے پر اظہار خیال ہوا ہے اور ہونا چاہئے، مگر پوری رپورٹ کے سامنے آنے تک مکمل اظہار خیال ملتوی کیا جاسکتا ہے اور ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پھر اگر اس رپورٹ پر غور کرنے کے لئے انجمن کوئی کمیٹی بنائے تو یہ اچھی اور ذمے دارانہ بات ہوگی۔ اس کے یہ معنی بالکل نہ ہوں گے کہ انجمن نے رپورٹ کو تسلیم کرلیا یا اسے رد کردیا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہم نہ صرف جنگ کے ہر موضوع پر بلکہ ہر قومی موضوع پر ذمے داری سے اظہار خیال کیا کریں۔ یہ واقعہ ہے کہ جب کچھ اخباروں میں یہ بے بنیاد خبریں شائع ہوئیں کہ نیفا میں ہمارے جوانوں کے پاس جوتے اور گرم کپڑے نہ تھے تو یہ ملک کی خدمت نہ ہوئی بلکہ ان جوانوں اور ان کے خاندان کے ساتھ ظلم ہوا۔ اس سے اگر کسی کو مدد ملی تو چینیوں کو جنھوں نے ہمارے خلاف پروپیگنڈا کیا۔ اس طرح قومی معاملات میں ہمیں لوگوں کی نیت پر حملہ کرنے کی عادت کو ترک کردینا چاہئے، ہاں سنجیدہ اختلاف کے حق پر ہر حال میں ڈٹے رہنا چاہئے۔ ہمیں یہ عادت ڈالنی چاہئے کہ اپنا سب سے بڑا مقصد یعنی چینی غاصبوں کو اپنی سرحد سے باہر نکالنا ہر وقت ملحوظ رہے اور سب قومی سرگرمیوں کو جاری رکھتے ہوئے اور زندگی کے کاروبار کے فرائض ادا کرتے ہوئے ملک میں بے اعتمادی، بے یقینی، بددلی، کمزوری، ایک دوسرے پر شک و شبہ، گروہ بندی، گٹ بازی کم ہو اور ہم ایک مضبوط اور طاقت ور قوم کے مضبوط اور طاقتور افراد، اعتماد اور عزم کے ساتھ زندگی کے ہر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ہندوستان کو آگے لے جاسکیں اور اُس کا نام ہمیشہ اونچا رکھ سکیں۔

انجمن ترقی اُردو شاخ دہلی کا سالانہ جلسہ

۱۸؍اکتوبر کو انجمن ترقی اُردو کی شاخ دہلی کا سالانہ جلسہ دیوان آنند کمار صاحب سابق وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی، دلی پبلک لائبریری میں منعقد ہوا۔ جناب صدر نے اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا کہ اُردو ایک ہمہ گیر اور طاقتور زبان ہے۔ شمال سے لے کر جنوب تک مشرق سے لے کر مغرب تک سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ یہ اگرچہ دلی اور لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہے، لیکن اظہار خیال کا ہر جگہ ذریعہ بنی ہوئی ہے۔ اُردو ادیبوں اور شاعروں کا فرض ہے کہ وہ اس کو آسان بنائیں تاکہ اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو۔

دیوان صاحب نے فرمایا کہ یہ صورت حالات افسوس ناک ہے کہ کالجوں میں اُردو طالب علموں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے، تحقیق سے پتہ چلا کہ یہ ایک ضابطے کا اثر ہے۔ اساتذہ کے لئے پابندی ہے کہ ایم اے، بی ٹی ہوں۔ ہمارے چوٹی کے ادیب شاعر جن کے پاس اکثر یونیورسٹیوں کی اونچی ڈگریاں نہیں ہیں اس ضابطے کی وجہ سے اُردو تعلیمی کاموں سے الگ ہو گئے اور اس کا اثر یہ ہوا کہ اُردو پڑھانے والے ان کی طرح کے نہیں مل سکتے۔ جب پڑھانے والے ہی نہیں تو پڑھنے والے کہاں اور کس سے پڑھیں۔

اب بھی طالب علموں کی ایک بڑی تعداد اُردو پڑھنے کی خواہش مند ہے مرکزی انجمن ایک کمیٹی بنائے جو اس مسئلے کا حل ڈھونڈھ نکالنے کی کوشش کرے اور اس ضابطے کو تبدیل کرائے۔

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب نے چین کی جارحیت کے خلاف تجویز پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ اس قرارداد کو ہمیں صرف منظور ہی نہیں کرنا ہے بلکہ اس پر عمل بھی کرنا ہے۔ ہندوستان کے ہر ایک شہری کا خواہ وہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو اور کوئی بھی زبان بولتا ہو یہ فرض ہے کہ وہ اپنے ملک کے دفاع اور تحفظ کے لئے تیار ہو جائے چین نے ہماری امن پسندی سے ناجائز فائدہ اُٹھایا، لیکن ہمیں اپنی فوج پر پورا بھروسہ ہے۔ وہ ان خطرناک سرحدوں پر اور اس قدر بلندی پر جس بہادری اور حوصلہ مندی کے ساتھ داد شجاعت دے رہی ہے وہ قابل تعریف ہے، لیکن ہم کو چاہئے کہ ہمارے جوان میدان جنگ میں یہ محسوس کریں کہ اس جنگ کے شعلوں میں وہ تنہا نہیں ان کی پشت پر ملک کے چالیس کروڑ انسان ہیں، یہ وقت بیکار باتیں کرنے کا نہیں ہے۔

اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس تجویز کا مطلب یہ ہے کہ ہم جنگ اور اس کی ضرورتوں میں پوری پوری امداد کریں اور ان سورماؤں کو جو آج ناخوش گوار موسم میں جان کی بازی لگائے ہوئے ہیں، ان کے عزم و ولولے کی تعریف کریں تاکہ وہ اپنے کو اکیلا محسوس نہ کریں اور ان کو اس کا احساس ہو کہ ان کے شاعر اور ادیب بھی ان کی پشت پر ہیں۔

یہ تجویز جو ذیل میں درج کی جا رہی ہے پورے جوش و خروش کے ساتھ متفقہ طور پر منظور کی گئی۔

انجمن ترقی اُردو شاخ دلّی کا یہ سالانہ جلسہ دلی کے اُردو ادیبوں شاعروں، صحافیوں اور تمام اُردو دوستوں کی طرف سے ہندوستان کے شمالی سرحدی علاقوں پر چین کے جارحانہ اور جابرانہ حملے کی پُرزور مذمت کرتا ہے اور ہندوستان کی آزادی اور علاقائی سالمیت کے خلاف چین کے حملے کو ایک کھلا چیلنج تصور کرتا ہے جس کا مقابلہ کرنا ہر محب وطن شہری کا اوّلین فرض ہے۔

یہ جلسہ ہندوستان کی تمام زبانوں بالخصوص اُردو زبان کے ادیبوں، شاعروں، صحافیوں اور دوسرے تمام محبانِ اُردو سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ہندوستان پر چین کی جارحیت کے خلاف اپنی آواز بلند کریں اور اپنے افکار و احساسات سے عام لوگوں کے اندر جذبۂ حب الوطنی پیدا کرنے اور آزادی کے تحفظ کے احساس کو قوی بنانے کے عمل کو تیز تر کر دیں۔ یہ جلسہ اس حقیقت پر اظہار اطمینان کرتا ہے کہ خصوصیت کے ساتھ اُردو شاعروں اور صحافیوں نے فرض شناسی کا مظاہرہ کرنے میں پیش قدمی کی ہے جیسا کہ اخبارات اور رسائل میں شائع شدہ نظموں اور مضامین سے ظاہر ہے۔ (محرک حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن)

عبدالباقی صاحب نے دلّی میں اُردو کے مسائل اور انجمن کے مطالبات سے متعلق ایک تجویز پیش کی جس میں اس سرکلر پر اظہار تشویش کیا گیا کہ جو ہائر سکنڈری اسکولوں میں صرف ہندی اور انگریزی کو ذریعہ تعلیم بنانے کے سلسلے میں حال ہی میں جاری ہوا ہے، نیز سرکاری دفتروں میں اُردو کے استعمال کے بارے میں بھی توجہ دلائی گئی ہے۔ ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے ایک تجویز پیش کی جس میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ دوسری ریاستوں کی طرح دلّی میں بھی کتابوں پر انعامات دئیے جائیں۔

آخری تجویز بہار پرشاد جوائنٹ سکریٹری انجمن نے پیش کی جس کا تعلق نصاب کی اُردو کتابوں سے تھا۔ اس تجویز میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ اُردو میں نصاب کی کتابوں کی اشاعت کا معقول انتظام کیا جائے۔

انجمن ترقی اُردو راجستھان کی قومی دفاعی فنڈ میں پیش کش

۶؍نومبر کی شام کو راجستھان کے چیف منسٹر شری موہن لال سکھاڑیہ سے انجمن ترقی اُردو راجستھان کے جنرل سکریٹری مولانا شاغل اور کل ہند اُردو کانفرنس جے پور کی مشاعرہ کمیٹی کے سکریٹری حضرت نسیم پر مشتمل ایک وفد ان کی کوٹھی پر ملا۔ اور مبلغ ایک سو ایک روپیہ کی رقم قومی دفاعی فنڈ میں پیش کر کے ظاہر کیا کہ انجمن کے ارکان نے فوری طور پر یہ پیش کش پیش کی ہے انفرادی مالی امداد اس کے علاوہ ہے، اور یقین دلایا کہ جملہ اُردو والے بالعموم اور ارکان انجمن ترقی اُردو راجستھان بالخصوص ہر امکانی خدمت کے لئے حاضر ہیں جو دفاعی سلسلے میں ضروری ہو، اسی لئے کل ہند اُردو کانفرنس جے پور کو ملتوی کیا گیا ہے اور یہی تمام تر توجہ اس جانب مرکوز کر دی گئی ہے۔ انجمن از خود بھی ہر امکانی دفاعی تدابیر کے متعلق برابر ساعی ہے اور ساعی رہے گی۔ وفد نے اس ریزولیوشن کی نقل بھی پیش کی جو اتفاق رائے کے ساتھ انجمن نے دفاعی سرگرمیوں میں عملی حصہ لینے کے متعلق ۶؍نومبر کو منظور کیا گیا ہے۔ (نامہ نگار)

اسرار اکبرآبادی

اہلِ وطن سے

اب چھوڑ دو غفلت کو ذرا ہوش میں آؤ
تم اپنے ارادوں سے ہمالہ کو ہلاؤ
"ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں" یہ نعرہ لگاؤ
دشمن پہ جھپٹ کر اُسے مٹی میں ملاؤ
اور خون سے تم ہند کے ماتھے کو سجاؤ
اب چھوڑ دو غفلت کو ذرا ہوش میں آؤ

آپس میں جو نفرت ہے اُسے دل سے مٹا دو
تفریق کے شعلوں کو محبت سے بجھا دو
بگڑے ہوئے انسان کو انسان بنا دو
ہندو کو، مسلمان کو یہ بات بتا دو
اک راہ پہ اک ساتھ قدم مل کے بڑھاؤ
اب چھوڑ دو غفلت کو ذرا ہوش میں آؤ

چونکو۔ تمہیں گنگا، تمہیں جمنا کی قسم ہے
جاگو تمہیں اب نند کے لالہ کی قسم ہے
مریم کی قسم ہے تمہیں رادھا کی قسم ہے
قرآں کی قسم ہے تمہیں گیتا کی قسم ہے
شیروں کی طرح بڑھ کے زمانے کو دکھاؤ
اب چھوڑ دو غفلت کو ذرا ہوش میں آؤ

تم برف کے میدان میں اک آگ لگا دو
دشمن کے ہر اک ڈیرے کو توپوں سے اڑا دو
ہر ذرے میں، ہر وادی میں طوفان مچا دو
پربت جو اَڑے راہ میں اُس کو بھی گرا دو
تم دیر ہو، تم دیر، مخالف کو بتاؤ
اب چھوڑ دو غفلت کو ذرا ہوش میں آؤ

کرشن موہن

ایک مختصر نظم

روشنی کے دل میں بھی داغ ہے اندھیرے کا
آدمی کہاں جائے
مستقل اندھیرے ہے کس جگہ اماں پائے
منحنی لکیریں ہیں، ذہن و دل ہیں ژولیدہ
مسئلہ ہے پیچیدہ
نگاہ دھندلکا ہے
نگہ دھندلکے میں خون آرزوؤں کا بار بار چھلکا ہے
جاہ لو مجھ سے دل رات کی سیاہی ہے کیا یقین سویرے کا

غزلیں

افسر آغا لکھنوی

اُن کا گلہ کیا ہیں جو پرائے
دُکھ ہوئے جب اپنے سائے

انساں کیا پتھر ہو جائے
کب تک اشک پئے غم کھائے

اچھا اُس کو سمجھا جائے
وقتِ مصیبت کام جو آئے

عالمِ الفت میں اے افسر
اکثر ہم نے دھوکے کھائے

معین کوثر

ملے کوئی تو ترا ذکر چھیڑ دیتے ہیں
کہ جیسے سارا جہاں رازدانِ ہمارا ہے

تری ذرا سی توجہ اگر ہو شاملِ حال
تو بے رُخی بھی جہاں کی مجھے گوارا ہے

حرم سے کوئی، کوئی دیر سے ہوا منسوب
جو ایک بچ گیا تو وہ بس تمہارا ہے

محمد عرفان خان

شاید تری نظروں کا انداز بدلتا ہے
ساقی ترا دیوانہ گر گر کے سنبھلتا ہے

اظہارِ تمنا کو الفاظ نہیں ملتے
جذبات کا جب دل میں طوفان اُبلتا ہے

شاید مری یاد آئی اُس بھولنے والے کو
دل آج جو سینے میں رہ رہ کے مچلتا ہے

کس طرح تماشا ہے عرفاں غمِ جاناں بھی
راحت بھی نہیں ملتی اور جی بھی بہلتا ہے

رحمان ساجد

تیر سا قلب و جگر ہو تو غزل ہوتی ہے
غم کے طوفاں میں بسر ہو تو غزل ہوتی ہے

جتنے لکھ سکتے ہیں عشرت میں قصیدے لکھئے
غم کا طوفان اگر ہو تو غزل ہوتی ہے

مرمری دیدے دیوانگی، نتیجہ کیسا؟
یعنی باریک نظر ہو تو غزل ہوتی ہے

ساجد آسان نہیں شعرِ غزل کہہ لینا
دل کا ویران نگر ہو تو غزل ہوتی ہے

حسرت رسال پوری

کس نے چھیڑ دی ہے تری بے رخی کی بات
اشکوں میں ڈھل گئی ہے غمِ زندگی کی بات

جب میکدہ فروش ہیں ساقی بھی رند بھی
ہم کیا کہیں کسی سے بھلا تشنگی کی بات

دنیا کرے نہ قدر تو یہ اور بات ہے
عنوانِ عقل ہے مری دیوانگی کی بات

واحد پربھنی

خود اپنی شکل بھی اب اجنبی ہے
یہ کس منزل پہ میری بے خودی ہے

نہیں موقوف طوفانوں پہ یارو
سرِ ساحل بھی کشتی ڈوبتی ہے

جو واحد دار پر بھی مسکرائے
وہی دیوانگی، دیوانگی ہے

انتخاب

عادل منصوری

دامن و گریباں کو تار تار کرتے ہیں
ہم دوانے وحشت کا کاروبار کرتے ہیں

اِدھر ابھی پھول کھلا موسمِ بہار کوئی
ترے خیال میں بیٹھا ہے سوگوار کوئی

آنسوؤں کا کوئی سلسلہ نہ تھا
ہم نے اتا کر جو خوشی سی لیے

مجھ کو تنہا دیکھ کے رستے
منزل تک پہنچانے نکلے

مراسلات

ظفرؔ سے ایک غلط انتساب

ادبی معاملات میں بعض غلط فہمیاں بڑی دل چسپ بھی ہوتی ہیں اور دیرپا بھی۔ یہ غلط فہمیاں کچھ ایسی شکل اختیار کر لیتی ہیں کہ ان کی اصلاح بجائے خود غلطی نظر آنے لگتی ہے اس مختصر سے مضمون میں ایک ایسی ہی غلط فہمی کی طرف اشارہ ہے جو بہادر شاہ ظفرؔ سے ایک غزل کے غلط انتساب کے سلسلے میں پیدا ہو گئی ہے۔ یہ ایک مشہور غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے، میں وہ ایک مشتِ غبار ہوں

فلم "لال قلعہ" میں بھی یہ غزل شامل کی گئی ہے اور فلم میں اسے بہادر شاہ کی زبان سے ادا کرایا گیا ہے۔ فلم میں کسی غزل کے شامل ہو جانے کے بعد اس کی جو شہرت ہو سکتی ہے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

لیکن ادبی حلقوں میں اس غزل کے ظفرؔ سے انتساب کی ذمہ داری بڑی حد تک ظفرؔ کے اس انتخاب پر عائد ہوتی ہے جو "نوائے ظفرؔ" کے نام سے انجمن ترقی اُردو ہند نے فروری ۱۹۵۸ء میں شایع کیا ہے۔ اس انتخاب کو جناب خلیل الرحمٰن اعظمی نے بڑی کاوش سے مرتب کیا ہے۔ انتخاب میں ظفرؔ کا وہ کلام بھی شامل کیا گیا ہے جو اُن کے کلیات میں موجود نہیں ہے بلکہ مختلف تذکروں بیاضوں، گلدستوں، مجموعوں، ڈائریوں اور اسی قسم کی دوسری کتابوں سے ماخوذ ہے۔ اس کلام کا بیشتر حصہ ظفرؔ کے قیام رنگون کی یادگار ہے۔ محولۂ بالا غزل کا ماخذ بھی یہی کتابیں ہیں۔

سنہ ۱۹۳۰ء میں جب رسالہ سہیل جناب آل احمد سرورؔ کی ادارت میں نکلا کرتا تھا۔ جاں نثار اختر صاحب نے[1] اس میں ایک مضمون لکھا تھا جس میں اس غزل کو اپنے والد مضطرؔ خیر آبادی مرحوم سے منسوب کیا تھا۔ شاید "نوائے ظفرؔ" کی ترتیب کے وقت فاضل مرتب کے پیشِ نظر جاں نثار صاحب کا یہ مضمون نہیں رہا ورنہ یہ غلطی نہیں ہونے پاتی۔

جاں نثار صاحب کے اس مضمون سے قطع نظر ظفرؔ سے منسوب غزل میں خود بعض ایسی داخلی شہادتیں موجود ہیں جن کے پیشِ نظر اسے ظفرؔ کی غزل کہنے میں تکلف ہوتا ہے۔ مثلاً اس غزل میں صرف پانچ شعر ہیں، جن میں مقطع بھی شامل نہیں ہے۔ ظفرؔ جس دور میں شعر کہہ رہے تھے اس زمانے میں غزل گوئی کے اصول اس قدر جامد تھے کہ ان سے روگردانی ممکن نہ تھی۔ ظفرؔ جیسے روایت پسند شاعر سے تو اس کی توقع کی ہی نہیں جا سکتی۔ غزل میں مقطع شامل نہ کرنے کو اس زمانے میں کوئی جدت بھی روا نہیں رکھتا تھا چہ جائے کہ ظفرؔ جیسا استاد بغیر مقطع کی غزل کہے۔ اس اصول پر سختی سے پابندی کا اندازہ اس طرح لگایا جا سکتا ہے کہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل کلیات ظفرؔ میں شاید ایک غزل بھی ایسی نہیں جو بلا مقطع کی ہو۔

یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ قید و بند کی صعوبتوں میں ظفرؔ پر جو کچھ بیت رہی تھی اجو جذبات ان کے دل میں موجزن تھے، ان کا سیدھا سادہ اظہار کر دیا گیا ہے ایسے موقعوں پر فن کے اظہار کا زیادہ موقع نہیں ہوتا بلکہ توجہ اظہار جذبات کی طرف ملتفت رہتی ہے۔ لیکن بات یہ نہیں معلوم ہوتی۔ ظفرؔ کے نام سے منسوب غزل کے تیسرے شعر کا مصرع اولیٰ یہ ہے۔ ع

نہ تو میں کسی کا حبیب ہوں، نہ تو میں کسی کا رقیب ہوں

اس مصرع میں "نہ تو میں" کی تکرار کانوں کو بُری لگتی اور ذوقِ سلیم پر گراں گزرتی ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ الفاظ بھرتی کے ہیں۔ در اصل یہ شعر مضطرؔ کی اس غزل کا مقطع ہے ؎

نہ میں مضطرؔ ان کا حبیب ہوں، نہ میں مضطرؔ ان کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں، جو اُجڑ گیا وہ دیار ہوں

حالانکہ ظفرؔ سے منسوب غزل کا اصل ماخذ ہمارے پیشِ نظر نہیں ہے لیکن واقعہ کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب کو ظفرؔ کی غزل ع لگتا نہیں ہے جی مرا اُجڑے دیار میں، یا اسی قسم کی دوسری غزلوں کے آہنگ سے دھوکا ہوا۔ اور زیر بحث غزل کو بھی جو اپنے آہنگ کے اعتبار سے ظفرؔ کے قیام بنارس کی غزلوں سے مشابہ ہے ظفرؔ ہی کی غزل سمجھ لیا۔ مقطع چونکہ ٹھیک طور پر یاد نہیں رہا تھا اس لیے بحر کا پیٹ بھرنے کے لیے "نہ تو میں" کے ٹکڑے کا اضافہ کر کے شعر مکمل کر لیا اور اسی کو ظفرؔ کے نام سے درج کر لیا۔ اعظمی صاحب نے نوائے ظفرؔ میں ایسے ہی ناقص ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں فیصلہ کُن بات یہ ہے کہ نول کشور نے ۱۸۸۶ء میں کلیات ظفرؔ کا جو پہلا ایڈیشن شایع کیا اس میں یہ غزل شامل نہیں ہے۔ سنہ ۱۹۱۶ء میں پانچویں ایڈیشن کی اشاعت کے وقت بھی یہ غزل اس میں درج نہیں کی گئی۔ پھر نوائے ظفرؔ میں بھی ظفرؔ کے اصل کلام میں یہ غزل موجود نہیں ہے بلکہ بعض دوسرے ماخذوں سے جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے حاصل کی گئی ہے۔ جبکہ مضطرؔ خیر آبادی کے غیر مطبوعہ دیوان میں جو [illegible] اختر صاحب کے پاس موجود ہے خود انہی کے نام سے درج ہے۔ ایسی صورت میں جب کہ ایک غزل ایک معتبر صاحب دیوان شاعر کے کلام میں موجود ہو کسی یادداشت پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔

اتفاق سے یہ غزل مجھے مضطرؔ کے نام سے ایک اور جگہ مل گئی۔ مضطرؔ مرحوم کے عزیز دوست نواب فاروق حسین صاحب گوپاموی نے مضطرؔ کے کلام کا ایک مختصر انتخاب مرتب کیا تھا۔ اس قلمی انتخاب میں یہ غزل مع مقطع کے موجود ہے۔ اس غزل میں سات شعر ہیں۔ دو شعر ظفرؔ کی مبینہ غزل پر اضافہ ہیں۔ باقی پانچ اشعار میں بھی کہیں کہیں لفظی اختلاف موجود ہے۔ یہ مختصر انتخاب نواب صاحب مرحوم کی صاحبزادی

[1] مکتوب [illegible] جاں نثار اختر بنام راقم

بیگم سعیدہ حسن کے پاس بھوپال میں محفوظ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر مضطر کی اصل غزل کو بھی پیش کر دیا جائے۔ یہ غزل نواب صاحب کے انتخاب سے ہی نقل کی جا رہی ہے :-

غزل

نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
کسی کام میں جو نہ آسکے میں وہ ایک مشت غبار ہوں
نہ دوائے درد جگر ہوں میں، نہ کسی کی میٹھی نظر ہوں میں
نہ اِدھر ہوں میں نہ اُدھر ہوں میں، نہ شکیب ہوں نہ قرار ہوں
مرا وقت مجھ سے بچھڑ گیا، مرا رنگ روپ بگڑ گیا
جو خزاں سے باغ اُجڑ گیا، میں اسی کی فصل بہار ہوں
پئے فاتحہ کوئی آئے کیوں، کوئی چار پھول چڑھائے کیوں
کوئی شمع لا کے جلائے کیوں، کہ میں بے کسی کا مزار ہوں
نہ میں لاگ ہوں نہ لگاؤ ہوں، نہ سہاگ ہوں نہ سبھاؤ ہوں
جو بگڑ گیا وہ بناؤ ہوں، جو نہیں رہا وہ سنگار ہوں
میں نہیں ہوں نغمۂ جاں فزا، کوئی مجھ کو سن کے کرے گا کیا
میں بڑے بروگ کی ہوں صدا، میں بڑے دکھی کی پکار ہوں
نہ میں مضطر ان کا حبیب ہوں، نہ میں مضطر ان کا رقیب ہوں
جو بگڑ گیا وہ نصیب ہوں، جو اُجڑ گیا وہ دیار ہوں

(یونس حسنی)

بزم "غزلستان" حیدرآباد

اُردو شاعری کی نئی کروٹ نے جہاں تعمیری افادی پہلوؤں کو اجاگر کیا وہاں اس کا ایک ایسا تاریک پہلو بھی اُبھرا کہ ترقی پسندی کی دھن میں شعراء بے ہنگم طریقے پر بحروں سے بالکل بے نیاز ہو گئے اور نام نہاد ترقی پسندی یہاں تک رنگ لائی کہ اچھے شاعروں نے بحروں کی طرف سے یک لخت اپنی نظریں پھیر لیں۔ شعر و ادب میں یہ رجحان عام طور پر فن عروض کے لئے سم قاتل ثابت ہو رہا ہے یہ مسرت کی بات ہے کہ حیدرآباد کے چند ممتاز شعراء نے اس خامی کو دور کرنے کے لئے ایک ادارہ "بزم غزلستان" قائم کیا ہے جس کے جلسے ہر ماہ ہوتے ہیں اور ہر جلسے کے لئے ایک طرح دی جاتی ہے۔ اس طرح سے شعراء کو بحروں سے واقفیت لازم ہو جاتی ہے۔ گزشتہ مشاعرہ میں مجھے بھی شرکت کا اتفاق ہوا جس میں طرح دی گئی تھی "فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن" (بحر رمل)۔ "مثمن مخبون" بہت کامیاب رہا کیونکہ قافیہ شاعر کی مرضی پر چھوڑا گیا تھا صرف ردیف کی پابندی لازمی رکھی گئی تھی۔

(میر حسین علی افسر)

انجمن کی عمارت کا مجوزہ نام

یکم نومبر کا پرچہ موصول ہوا۔ شکریہ۔ انجمن کی عمارت کے نام کے سلسلے میں جناب ڈاکٹر جعفر حسین صاحب کی تجویز پڑھی بہت مناسب تجویز ہے، مجھے اس سے پورا اتفاق ہے۔ بے شک اس سے بہتر اور موزوں نام نہیں ہو سکتا۔ 'اردو بھون' بالکل ٹھیک ہے۔ جہاں انجمن کی عمارت بنے گی اس کے قریب ہی ایک اور بھون ہے یعنی 'آزاد بھون'، اس کا غالباً ڈاکٹر صاحب کو خیال نہیں آیا ورنہ وہ ضرور اس کا ذکر فرماتے۔

(نبی احمد)

منشی حبیب لال رعد

یکم نومبر ۱۹۶۲ء کے اخبار "ہماری زبان" میں جناب دیویندر پرشاد سکسینہ بدایونی کا ایک مضمون بعنوان "منشی حبیب لال رعد" شائع ہوا ہے جس میں منشی صاحب کا بی اے ایل ایل بی ہونا بتایا گیا ہے جو کسی مادی شہادت سے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا۔ نہ ان کے نام کے آگے کبھی یہ ڈگریاں لکھی ہوئی نظر آئیں ان کے پہلے دیوان میں پروفیسر نارائن پرشاد جوہر جانشین داغ نے رعد کے حالات لکھے ہیں، ان میں بھی کہیں ان ڈگریوں کا حاصل کرنا بتایا نہیں گیا۔ نہ گوالیار میں اگر یجویٹ ہونے کی وکالت کے لئے کوئی پابندی تھی۔ وہاں ہر پانچویں سال مختارکاری و وکالت کا امتحان ہوا کرتا تھا، جس میں امیدوار کے لئے مڈل تک اُردو ہندی سے واقف ہونے کی شرط تھی۔ آخری امتحان ۱۹۲۳ء میں ہوا تھا جس میں راقم سطور بھی شریک تھا۔ بہر حال آنجہانی رعد کے بی اے ایل ایل بی ہونے کی کوئی مادی شہادت نہ ہو اس کو نتائج سے تعبیر کیا جانا نامناسب نہیں۔

([illegible])

محمد سلیمان

پورنیہ کی زبان سے متعلق

گریرسن کا غلط اور گمراہ کن بیان

"ہندستان کا لسانی جائزہ" ڈاکٹر گریرسن کا عظیم کارنامہ ہے انھوں نے یقیناً ایک بہت ہی بڑی خدمت کی ہے۔ لیکن اس کی نسبت یہ عقیدہ کہ وہ حرف بہ حرف صحیح ہے ایک ہمالہ پیکر مغالطہ ہوگا۔

پورنیہ کی نسبت گریرسن کا کہنا ہے کہ "کشن گنج سب ڈویژن میں اور قصبہ، رسورا اور بلرام پور تھانوں میں مسلمان بہاری بنگالی ملی ہوئی بولی بولتے ہیں۔ یہ بولی کشن گنجیا یا سری پوریا کہلاتی ہے گرچہ دراصل یہ بولی بنگلہ ہے لیکن یہ کیتھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جو بہاری رسم الخط ہے۔"

آر، مالی، پورنیہ گزیٹیر میں گریرسن کا حوالہ دیتے ہوئے کہتا ہے کہ "ان (گریرسن) کے مطابق یہ بولی کیتھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے جس میں بنگلا نہیں ہندی لکھی جاتی ہے۔ سری پوریا سرحدی بولی ہے۔ غالب عنصر بنگلہ ہے لیکن میتھلی کی بھی آمیزش ہے" سنہ ۱۹۱۲ء

یہی وہ بنیاد ہے جس پر بنگال کے دعوی کی دیوار کھڑی کی گئی اب بھی اور سنہ ۱۹۱۲ء میں بھی کہ پورنیہ کی زبان سری پوریا یا کشن گنجیا بنگلہ ہے اور وہ اپنی کلچر کے لحاظ سے بنگالی ہے۔

جدید صوبائی تنظیم کمیشن کے دوران پورنیہ کی زبان اور کلچر کا سوال بڑے زور و شور سے اٹھایا گیا اور گریرسن کے بیان کو برہان قاطع بنا کر پیش کیا گیا۔

جب کمیشن کا ورود کشن گنج میں ہوا تو اس ناچیز کو بھی کمیشن کی خدمت میں حاضر ہونے کی عزت نصیب تھی اور اپنے گروپ کے لیڈر کی حیثیت سے میں نے کوشش کی کہ پورنیہ کے اس حصے کی زبان سے متعلق گریرسن نے جو غلط فہمی اور گمراہی پھیلا رکھی ہے اسے دور کر دوں۔

گریرسن اس بولی کو سری پوریا یا کشن گنجیا کہتے ہیں لیکن یہ نام خود ان کا دیا ہوا ہے۔ ان سے پہلے کسی نے اس بولی کو سری پوریا یا کشن گنجیا نہیں کہا۔ بوکانن نے جو گریرسن سے بہت پہلے آئے تھے، سری پوریا یا کشن گنجیا کا ذکر نہیں کیا۔ یہ بولی صرف کشن گنج یا سری پور میں محدود نہیں بلکہ پورنیہ کے اور حصوں میں بھی مستعمل رہی ہے اور یہ بولی کبھی بھی گنواری درجے سے اوپر نہیں اٹھی۔ خود بوکانن نے بھی اس کو گنواری ہونا تسلیم کیا ہے جسے اس خطے کی زبان ہونا کبھی نصیب نہیں ہوا۔

گریرسن اور آگے بڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گرچہ یہ بولی دراصل بنگلہ ہے لیکن یہ لکھی جاتی ہے کیتھی رسم الخط میں۔ یہ تو سراسر لغو اور بے بنیاد ہے۔ اس گنواری بولی کو کبھی زبان کا درجہ حاصل نہیں ہوا اور کبھی بھی یہ بولی لکھنے میں نہیں آئی چاہے وہ کسی بھی رسم الخط میں ہو۔

کیتھی رسم الخط کا چلن ضرور رہا ہے لیکن کیتھی رسم الخط میں جس زبان کا ہمیشہ سے چلن رہا ہے وہ برابر سے ہندی یا اردو رہی ہے، اور یہی اس خطے کی زبان رہی ہے۔ ہم نے کمیشن کے سامنے قدیم اور اب تک کے دستاویزات رکھے تھے، جن میں سے ایک دستاویز سنہ ۱۱۹۱ء کی تھی، کیتھی رسم الخط میں تھی۔ زبان یہ ہے:۔

"منکہ مسماۃ کالی زوجہ شیخ حبیب متوفی و شیخ ٹینا ولد شیخ چراغ علی متوفی ساکنان کھرا پرگنہ سری پور علاقہ تھانہ بہادر گنج کے ہیں۔ آگے مبلغ بیس روپے اصل و مبلغ بیس روپے سود جملہ مبلغ چالیس روپے نزدیک سے شیخ دولت مہاجن ساکن پتھر گھٹی پرگنہ سری پور کے قرض لے کر ازمی اڑھائی بیگہ اراضی ملک بلاضبطی واقع موضع کھرا پرگنہ سری پور سب چودھری ذیل رہن و مستغرق کر کے اقرار کرتے ہیں کہ مہاجن موصوف اراضی مرہونہ پر ابتدائے سنہ ۱۱۹۱ فصلی لغایت سنہ ۱۱۹۶ فصلی تک قابض و دخیل ہو بیس روپیہ اصل و بیس روپیہ سود جملہ چالیس روپیہ محاصلات سے اراضی مرہونہ کے وصول کریں گے۔۔۔"

یہی وہ زبان ہے جو اس خطے کی زبان رہی ہے۔ ہمارا دعوی تھا اور ہے کہ مقامی بولی یعنی گریرسن کی بیانیہ سری پوریا یا کشن گنجیا بولی کبھی بھی لکھنے میں نہیں آئی۔ یہاں کی زبان برابر سے اردو یا ہندی رہی ہے۔ خود بنگالی گروپ کے لیڈر نے ہمارے دعوی کو تسلیم کیا تھا۔ ہمارے دعوی کے خلاف کوئی بھی تحریر پیش نہ کر سکے تھے۔ ہندی، اردو اور انگریزی اخباروں میں کمیشن سے ہماری ملاقات کی رپورٹ چھپی تھی اور گریرسن کے بیان کی تکذیب کا ذکر تھا۔ خود کمیشن کے سامنے بنگال پہنچ کر بھی کوئی تحریری دستاویز گریرسن کے بیان کی تائید میں پیش نہ ہو سکی۔

لیکن حیرت اور تعجب ہے کہ کمیشن کی رپورٹ میں اس خطے میں اردو کی تحفظات کا ذکر تو آیا لیکن پھر وہی گریرسن کی اندھی تقلید میں دوہرایا گیا کہ "پورنیہ ضلع کے آخری شرقی سرحد کی سری پوریا یا کشن گنجیا اور بنگلہ میں گہری یکسانیت ہے۔ لیکن یہ بولی کیتھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔" بے بنیاد اور لغو!

کمیشن کا کیا کہنا خود بہار کے چیف منسٹر صاحب نے جب ۴ر دسمبر سنہ ۱۹۵۵ء کو بہار اسمبلی میں بنگال کے دعوی کی تردید کی تو آپ نے بھی یہی کہا کہ "یہ تو مسلّم ہے کہ مقامی بولی کیتھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے" اور ۲۵ر جولائی سنہ ۱۹۵۶ء کو سری شیام نندن سہائے بھی بنگال کے دعوے کے خلاف لوک سبھا میں تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "یہ مانی ہوئی بات ہے کہ یہ بولی کیتھی میں لکھی جاتی ہے۔"

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست!

ہم مقامی باشندے یک زبان ہو کر کہتے ہیں کہ یہ مزعومہ سری پوریا یا کشن گنجیا کبھی بھی لکھنے میں آئی ہی نہیں، صرف کہتے نہیں بلکہ قطعی ثبوت آپ کے سامنے رکھتے ہیں" اور آپ دوہرائے جائیے اپنے من مانے استاد ازل کی بات! یہ اندھی خوش عقیدگی! اور مرعوب ذہنیت!

(باقی صفحہ ۱۰ کالم ۲)

کٹک کے شاعروں کی جانب سے چینی حملے کی مذمت

سرزمین ہند کی سرحد پر چین کے جارحانہ حملے کی پُرزور مذمت کرنے کے لئے "بزم سخن اڑیسہ" کٹک کی جانب سے ایک خصوصی جلسہ اور مشاعرہ ۱۰ نومبر ۱۹۶۲ء کو منعقد ہوا۔ جلسے کی صدارت اڑیا زبان کے مشہور ادیب اور صحافی شری جانکی ولبھ پٹنائک اڈیٹر روزانہ "پرجاتنتر" (اڑیہ) اور روزانہ "ایسٹرن ٹائمز" (انگریزی) نے کی۔

جناب امجد نجمی اور جناب مولوی اطہر نے اپنی تقریروں میں اس حقیقت کو دُہرایا کہ اُردو نے ہمیشہ جنگ آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے اور آج بھی جب ملک ایک بیرونی حملے کا سامنا کر رہا ہے، اُردو کے ادیب اور شاعر ملک اور وطن کی آزادی اور حرمت کو بچانے کے لئے اپنا سارا زورِ قلم صرف کرنے کو تیار ہیں۔

جناب صدر نے شاہد صدیقی، ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور نوح ناروی کی وفات حسرت آیات پر ایک تعزیتی تجویز پیش کی جسے حاضرین نے ایک منٹ تک خاموش رہ کر منظور کیا۔

چینی حملے کے خلاف ایک تجویز باتفاق رائے منظور کی گئی جس میں اعلان کیا گیا کہ :-

"چین نے جس جارحانہ طریقے سے ہندوستان جیسے امن پسند ملک کی سرحد پر فساد پیدا کر دیا ہے، اس کے پیش نظر ریاست اڑیسہ کے عموماً اور شہر کٹک کے خصوصاً تمام شاعر، ادیب اور فن کار اس بات کا عہد کرتے ہیں کہ ہم اس ساعت آزمائش میں اپنے محبوب وزیراعظم کی کامل حمایت اور پشت پناہی کے لئے تیار ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہم اپنا زورِ قلم دشمن کے خلاف استعمال کر کے اپنا حق تا حد امکان ادا کرتے رہیں گے تاکہ اپنے ملک کی ایک انچ زمین بھی دشمنوں کے قبضے میں رہنے نہ پائے۔"

شری پٹنائک نے اعلان کیا کہ آج کے مشاعرے میں پڑھی جانے والی نظمیں "پرجاتنتر پرچار سمیتی" کی طرف سے اُردو مجموعے کی صورت میں شائع کی جائیں گی۔ طباعت و اشاعت کے جملہ اخراجات سمیتی برداشت کرے گی۔ حاضرین نے اس اعلان پر بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ سمیتی کی جانب سے ایک اُردو کتاب شائع ہو گی۔

(امجد نجمی، صدر بزم سخن، کٹک)

جمعیۃ تنظیم شعرائے اجمیر

جمعیۃ تنظیم الشعراء اجمیر کے ایک ہنگامی جلسے میں چینی حملے کی مذمت کرتے ہوئے اعلان کیا گیا کہ "ہمارے سارے وسائل تحفظ امن کے لئے وقف ہیں اور ہم دشمنوں کو شکست دینے کی پوری پوری جد و جہد کریں گے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہمارے تمام شاعر و ادیب اپنے دل و دماغ کی بہترین صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر زبان اور نوکِ قلم سے وہ خدمات انجام دیں گے جن کی آج ملک کو ضرورت ہے۔"

(سید فضل المتین)

انجمن معراج ادب گورکھپور

انجمن معراج ادب گورکھپور (یو۔پی) کے زیر اہتمام اُردو دوستوں کا ایک ہنگامی جلسہ زیر صدارت جناب محمد شریف صاحب منعقد ہوا جس میں حسب ذیل تجاویز متفقہ طور پر منظور ہوئیں :-

(۱) پہلی تجویز کے ذریعہ چین کے جارحانہ حملہ کی مذمت کرتے ہوئے حکومت کو یقین دلایا گیا کہ ملک کے تحفظ کے لئے تمام اُردو دوست ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔

(۲) دوسری تجویز کے ذریعے ہندوستان کی سرحد پر مادر وطن کی آزادی اور زبان و کلچر کی حفاظت کرنے والے نوجوانوں کو مبارک باد پیش کی گئی نیز سرحدی بچاؤ کرنے والے شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

(۳) تیسری تجویز کے ذریعے ملک کے تمام باشندوں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے تمام ذاتی، سماجی، سیاسی، لسانی اور مذہبی اختلافات کو ختم کر کے مادر وطن کی حفاظت کے لئے متحد ہو جائیں۔

(۴) چوتھی تجویز کے ذریعے اُردو دوستوں سے درخواست کی گئی کہ وہ وزیراعظم کے ڈیفنس فنڈ میں دل کھول کر چندہ دیں۔

(۵) ڈاکٹر محی الدین قادری زور اور حضرت نوح ناروی کی وفات پر تجویز تعزیت منظور کی گئی اور جناب فراق گورکھپوری کی صحت یابی کے لئے دعا کی گئی۔

(۶) لسانی کمیٹی یو۔پی کی رپورٹ اور اس کی سفارشات پر غور کرنے کے لئے ایک سب کمیٹی کی تشکیل کی گئی۔

(۷) مورخہ ۱۰ نومبر ۶۲ء کو یوم بہادر شاہ ظفر منانا طے ہوا تھا جو چین کی اس جارحانہ کارروائی کی وجہ سے اور ملک میں ہنگامی حالات کے اعلان ہونے کی بنا پر ملتوی کر دیا گیا۔ (سکریٹری یوسف ذکی)

نوح کی یاد میں تعزیتی جلسہ

بزم ادب تلام کے زیر اہتمام ۵ نومبر ۶۲ء کو ایک تعزیتی جلسہ و مشاعرہ منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض جانشین شوکت حضرت احسان تلامی نے انجام دیئے۔ جلسے نے حضرت نوح کے سانحۂ ارتحال پر گہرے رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے اس کو اردو زبان و ادب کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان بتایا۔

(سعید تلامی)

پدم بھوشن ڈاکٹر غلام یزدانی کا انتقال

یہ خبر افسوس کے ساتھ سُنی جائے گی کہ ۱۳ نومبر کو حیدرآباد میں ملک کے مشہور ماہر آثار قدیمہ ڈاکٹر غلام یزدانی سابق ناظم محکمۂ آثار قدیمہ (حیدرآباد) کا انتقال ہو گیا۔

انتقال کے وقت مرحوم کی عمر اسّی سال سے اوپر تھی۔ مرحوم ڈپٹی نذیر احمد کے شاگرد اور اُردو کے مشہور مزاح نگار مرزا فرحت اللہ بیگ کے ہم جماعت اور گہرے دوست تھے۔

چینی حملے کے خلاف ادیبوں اور شاعروں کا محاذ

بڑودہ

۳ و ۴ نومبر کو بڑودہ میں گجرات دینی تعلیمی کنونشن کے سلسلے میں ۴ر نومبر ۱۹۶۲ء کو ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی ہوا۔ یہ مشاعرہ چینی سرحدوں پر لڑتے ہوئے بھارتی جوانوں کی امداد کے لئے کیا گیا تھا۔ مشاعرے کی صدارت کرتے ہوئے مجروح سلطانپوری نے ملک کے اہل قلم حضرات سے اپیل کی کہ وہ ہر طرح بھارت کی آزادی کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ انھوں نے اس کا بھی انکشاف کیا کہ

بمبئی میں انہوں نے اعلان کیا ہے کہ جب تک جنگ جاری رہے گی میں ہر ماہ ڈیفنس فنڈ میں اپنی طرف سے سو روپے پیش کرتا رہوں گا۔ انہوں نے چین کے خلاف کچھ تازہ اشعار بھی سُنائے۔ ایک شعر یہ ہے :-

دستِ خونیں کو کفِ دستِ نگاراں سمجھے
قتل گہہ تھی جسے ہم محفلِ یاراں سمجھے

اس مشاعرے میں حضرت اعجاز صدیقی نے بھی بطور خاص شرکت فرمائی۔

مئو

۱۱ر نومبر کو بزمِ ادب مئو کی پندرہ روزہ نشست زیر صدارت حضرت فضا ابن فیضی منعقد ہوئی۔ جلسے نے چینی حملے کے خلاف مذمت کی۔ ایک تجویز منظور کرتے ہوئے اُردو اور دوسری تمام زبانوں کے ادیبوں سے اور شاعروں سے چین کے جارحانہ عزائم کے خلاف اپنی ادبی اور شعری صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کی اپیل کی گئی۔ حبیب الرحمٰن ندوی اور محمد اکرم نے مقالے پیش کئے جو بے حد پسند کئے گئے۔

ناگ پور

۱۰ر نومبر کو کامٹی اور ناگ پور کے اُردو اور ہندی کے ممتاز شعراء کا ایک اجتماع ہوا جس میں شاعروں نے چین کی جارحیت کے خلاف اپنے غم و غصہ کا اظہار کیا۔

یہ قومی مشاعرہ کامٹی کے سنٹرل پبلک کلب نے انجمن ترقی اردو کامٹی کے تعاون سے فیض انصاری ایڈیٹر خیال کی نگرانی میں کیا۔ مشاعرے کی صدارت بیورو آف مائنس کے ایک افسر اور اُردو کے ادیب سری ڈاکٹر رندھیر نے فرمائی۔

اورینٹل کالج کے سپلیمنٹری امتحانات

اورینٹل کالج بمبئی کے سپلیمنٹری امتحانات شعبۂ اُردو (ادیب، منشی، منشی عالم) ۲۰ر جنوری ۱۹۶۳ء اور شعبۂ اسلامیات (ابتدائی، متعلم اسلامیات، ماہر اسلامیات) ۲۰ر فروری ۱۹۶۳ء سے شروع ہوں گے۔ دستور و نصاب منگوانے کا پتہ:
پرنسپل اورینٹل کالج۔ بھنڈی بازار۔ بمبئی ۳

بقیہ: پورنیہ کی زبان سے متعلق

ان اکابرین کی اندھی تقلید اور خوش عقیدگی کا مقامی لوگوں کو کیا نتیجہ بھگتنا پڑا۔ آج اس خطے کے باشندوں سے پوچھا جائے جن کو بنگال میں جبراً دھکیل دیا گیا۔ کمیشن کی رپورٹ میں تحفظات کا ذکر تو ضرور ہے لیکن بنگال نے ایک ہی شب میں اس خطہ کے باشندوں کو بڑی حد تک مفلوج کر دیا۔ ان کی زبان مسخ ہو کر ان کے کارندے آناً فاناً بے کار ہو گئے اور آج ان کی ساری کچہریوں میں کاروبار میں در آمد کئے ہوئے بنگالی چھا گئے۔ بنگالی تسلط میں وہ یکساں زندگی گزارنے پر مجبور ہیں! دورِ جمہوریت میں استبداد کا یہ دیو!

میں نے ان اکابرین کے بیانات سے آزردہ خاطر ہو کر پہلے سری شیام نندن سہائے کو ایک خط لکھا تھا کہ کیا آپ کو کوئی ایسی تحریر ملی جو سری پوریا کیتھی رسم الخط میں لکھی ہوئی ہو۔ مجھے انہوں نے جواب سے نوازا تھا اور تسلیم کیا تھا کہ میرا اس خطے سے ذاتی واسطہ نہ تھا اور میرے خیالات دوسروں سے حاصل کردہ معلومات پر مبنی تھے۔ انھوں نے اس موضوع پر دو بدو گفتگو کے لئے ناچیز کو بلایا تھا لیکن اچانک آپ کا انتقال ہو گیا اور یہ امید پوری نہ ہو سکی۔

میں نے خود جناب چیف منسٹر صاحب بہار عالی جناب سری کرشن سنہا کی خدمت میں بھی ایک عریضہ لکھا تھا لیکن جواب سے سرفرازی کا موقع نہیں آیا۔ میں نے مرحوم جناب کنزرو کی خدمت میں بھی ایک خط راجیہ سبھا کے پتے سے لکھا تھا آپ کمیشن کے ممبروں میں سے تھے۔ نہیں معلوم یہ خط انھیں ملا یا نہیں۔ میں نے سری سونیتی کمار چیٹرجی کی خدمت میں بھی عرض کیا تھا کہ کیا آپ کو کوئی ایسی تحریر ملی جو سری پوریا کیتھی رسم الخط میں ہو۔ آپ نے جواب سے نوازا اور صرف گریرسن کا حوالہ دیا۔ (ہم نے یہ خط و کتابت جو انگریزی میں ہے شائع کر دی ہے)

میں نے کمیشن کے سامنے کہا تھا کہ پورنیہ کے فوجدار سولت جنگ مرزبان اُردو میں سے رہے تھے۔ صاحب میر الفاظ نوین سات برسوں تک ان کے دربار سے وابستہ رہے۔ حزیں اور دوسرے شعرا، علما و مشائخ کا گزر تھا۔ یہاں کی زبان اور کلچر پر اس کا اثر رہا ہے اور ہے۔ سری پوریا یا کشن گنجیا ہرگز اس خطے کی زبان نہیں۔ یہاں کی زبان برابر سے اردو یا ہندی رہی ہے۔ اور کیتھی رسم الخط میں جو زبان لکھی گئی اور لکھی جاتی ہے وہ اردو یا ہندی ہے۔ سری پوریا یا کشن گنجیا کی نسبت گریرسن اور ان کے خوش عقیدہ مقلدوں کا یہ کہنا کہ سری پوریا کیتھی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے بے بنیاد اور مضحکہ خیز حد تک غلط ہے۔

چلئے دیکھئے

[illegible]

رئیس مینائی

چند نایاب تحریریں

اقوام عالم کی علمی قابلیت، ذہنی و دماغی پرداخت اور ان کے کردار کی تعمیر و تشکیل میں کتب خانے اور دار المطالعے ایک اہم پارٹ ادا کرتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور کے فرمانرواؤں نے کتب خانوں کی حفاظت و صیانت کا انتظام اپنے خون جگر سے کیا۔ مبادا یہ قومی و تہذیبی سرمایہ اگر لٹ گیا تو مورخ اس قوم کو کبھی نہیں بخشے گا اس طرح ہر قوم کی ترقی کا دارومدار اس کی علمی قابلیت پر ہے۔ جہاں وہ علمی و ادبی اثاثہ ملیامیٹ ہوا وہاں قوم میں طوائف الملکی اور تنزل و انحطاط کے آثار شروع ہو گئے اور آخر کار وہ قوم قعر گمنامی میں ایڑیاں رگڑتی رہ جائے گی اور صفحۂ ہستی سے اس کا نام نیست و نابود ہو جائے گا۔

حیدر آباد کے بعد جنوب میں بنگلور ہی ایسا مقام ہے جو اپنی تہذیب و تمدن ثقافت و کلچر شعر و ادب اور علم و فن کی وجہ سے ایک انفرادی اور امتیازی حیثیت رکھتا ہے لیکن افسوس ارباب فکر و نظر نے ان حقائق کو درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ سہ

در چمن از کہ مروات ادب دار ی چشم
بلبلاں مست و صبا بے خود و گل بے پروا

اہل بنگلور نے علم و ادب کی نشر و اشاعت اور ترویج و توسیع کے لئے ۱۹۱۳ء میں مسلم لائبریری کے نام سے ایک کتب خانہ اور دار المطالعہ قائم کیا اور اس کے لئے بانیان لائبریری نے اپنی مساعیٔ جمیلہ سے عربی، فارسی، انگریزی اور تامل کتابوں کا کافی ذخیرہ تشنگان علم و ادب کے لئے مہیا کیا، اس کے علاوہ عہد ٹیپو کی بعض نایاب و قدیم قلمی کتابیں بھی جمع کیں جو ہنوز زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں فی الوقت لائبریری میں تقریباً سات ہزار کتابیں ہیں اور دار المطالعہ کے لئے ہندو پاک کے اکثر معیاری رسائل و جرائد آتے ہیں جب بھی اکابر علم و فن اور مشاہیر شعر و سخن بنگلور تشریف لائے لائبریری کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا اور اپنی گراں قدر آرا سے اس کی شان کو دوبالا کر دیا۔ جو حضرات اب تک یہاں تشریف لا چکے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

ڈاکٹر اقبال، علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا شوکت علی مولانا ظفر علی خاں، بابائے اردو مولوی عبد الحق، یگانہ چنگیزی سیماب اکبر آبادی، قاضی عبد الغفار، عبد اللہ بریلوی (ایڈیٹر "بمبئی کرانیکل")، جگر مراد آبادی، امجد حیدر آبادی، مولانا حفظ الرحمن، جوش ملیح آبادی، حفیظ جالندھری وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ اب ذیل میں بعض مشاہیر کی غیر مطبوعہ تحریریں پیش کر رہا ہوں:-

بابائے اردو مولوی عبد الحق

میں نے مسلم لائبریری کا معائنہ کیا اور اس کی سیمیں جوبلی میں بھی شرکت کا اتفاق ہوا۔ یہ بنگلور کے نوجوان مسلمانوں کی مبارک کوشش کا نتیجہ ہے جسے انہوں نے محض اپنے استقلال سے اب تک قائم رکھا ہے ان کی یہ کوشش قابل مبارک باد ہے، اہل بنگلور کا فرض ہے کہ وہ اس کام میں جس سے اردو زبان کی ترقی مقصود ہے ۔۔۔ امید ہے کہ اگر مسلسل کوشش کی جائے گی تو لائبریری میں کتب کے ذخیرے میں بھی اضافہ ہوگا اور اس کی عمارت کے لئے معقول سرمایہ جمع ہو جائے گا، عمارت کا ہونا نہایت ضروری ہے اور اس طرف اہل بنگلور کو سب سے پہلے توجہ کرنی چاہئے۔

(عبد الحق ۸ر مئی ۱۹۳۶ء)

یگانہ چنگیزی لکھنوی

میں آج اس لائبریری میں تھوڑی دیر کے لئے آیا اور دیگر حضرات کی طرح میں بھی خوش ہوا، اور اس کی ترقیوں کا خواہاں ہوں۔

(مرزا یگانہ چنگیزی لکھنوی سب جسٹرار یادگیر دکن)

سیماب اکبر آبادی

میں نے آج مسلم لائبریری بنگلور کا معائنہ کیا۔ ایک مختصر سی عمارت میں یہ لائبریری رفاہ عام کے لئے قائم ہے اخبارات و رسائل موجودہ کی تعداد قابل اطمینان ہے۔ کام کرنے والے قابل اور کار آزمودہ معلوم ہوتے ہیں۔ مگر لائبریری میں جدید مذاق کی کتابوں کی ہنوز کمی ہے۔ مجھے امید ہے کہ عمارت کی توسیع کے ساتھ جب لائبریری کے اثاث البیت کو بھی وسعت دی جائے گی تو یہ لائبریری مسلمانان بنگلور کے لئے بہت زیادہ مفید ثابت ہوگی۔

(سیماب اکبر آبادی ۳۰ر نومبر ۱۹۴۴ء)

جگر مراد آبادی

کسی تحریک یا کسی ادارے کی ترقی کا راز ان شخصیتوں کی انفرادی خصوصیات میں مضمر ہوتا ہے جو کسی ادارے یا کسی تحریک سے متعلق ہوتی ہیں، صداقت و خلوص ایثار و وسیع النظری وہ جوہر ہیں کہ جہاں کہیں بھی ان میں امتزاج و ہم آہنگی پیدا ہو جاتی ہے، کامیابی فرش راہ ہو جاتی ہے۔

میں نے محسوس کیا کہ اکثر ذمہ داران مسلم لائبریری بنگلور میں یہ تمام صفات کم و بیش پائی جاتی ہیں اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ ادارۂ مذکور یقیناً روز افزوں ترقی کرتا جائے گا میری جانب سے فی الوقت صرف اس قدر مشورہ پیش کیا جا سکتا ہے کہ "انتخاب کتب و رسائل" کے مواقع پر شدید احتیاط برتنی چاہئے۔

(جگر مراد آبادی عفی عنہ یکم دسمبر ۴۴ ۱۹ء)

قاضی عبدالغفار صاحب مرحوم

بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے ہزار ہا چھوٹے بڑے کتاب خانوں اور دارالمطالعوں کو دیکھا ہے لیکن چند ہی کو اس قدر کامیاب پایا جیسی کہ بنگلور کی مسلم لائبریری ہے، اس کامیابی کا ظاہری سبب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انتظام اور ضبط و نظم بہت اچھا ہے، اراکین کی فہرست دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بنگلور میں بفضل خدا اُردو زبان کا ذوق بہت کافی ہے ورنہ کسی کتاب خانے کے لئے چار پانچ سو چندہ ادا کرنے والے اراکین کا مہیا کر لینا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ مجھے اس ادارے کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور میں دُعا کرتا ہوں کہ وہ اور زیادہ ترقی کرے اور اس کے ذریعے سے اس علاقے میں اُردو زبان کا صحیح ذوق روز بروز ترقی کرتا رہے۔

(محمد عبدالغفار ۴ر اگست ۱۹۵۴ء)

امجد حیدرآبادی

یہ مسلم لائبریری ہے ہماری　　عیاں جس سے ہے قومی وضعداری
دعا امجد کی یارب ہے یہ تجھ سے　　رہے تا دیر اس کا فیض جاری

(امجد ۱۷ر نومبر ۱۹۵۵ء)

جوش ملیح آبادی

میں نے آج مسلم لائبریری کے دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔ یہ کتاب خانہ تیس سال سے قائم ہے، اور صرف اہلِ علم و ذوق کے مساعی کے بل پر قائم ہے۔ مسلمانوں کے کسی کام میں اس قدر استحکام و استقلال ایک معجزہ ہے۔ اہلِ بنگلور کو میں اُن کے علمی مذاق پر مبارکباد دیتا ہوں اور اُن کی خدمت میں یہ مشورہ پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس قابلِ ناز کتاب خانے میں ایسی کتابوں کو بھی جمع کریں جو عصرِ نو کے جدید تقاضوں کو بوجہِ احسن پورا کر سکتی ہیں۔

(جوش ۳۰ر نومبر ۱۹۵۴ء)

بقیہ ۱۰: تلفظ اور املا کی اصلاح

ہم تو صرف یہ چاہتے تھے کہ ہندی اُردو املاؤں میں زیادہ سے زیادہ مطابقت پیدا کی جائے تاکہ کم وقت اور محنت میں ہم اُردو پڑھ کر ہندی یا ہندی سیکھ کر اُردو پڑھ لیں اور اردو ہجے کے انداز پر ہی صحیح صحیح ہندی لکھی جا سکے۔ اس لئے میں ان مخنف املاؤں کی تائید نہیں کر سکتا۔

اور اگر آپ اس قدر واجب بات بھی مان لینے کے لئے تیار نہیں ہیں تو کم از کم زبر کو تو ہندی کے अ کا بدل مان ہی لیجئے اور صرف زیر اور پیش کے استعمال کے متعلق اتنی اجازت دے دیجئے کہ گویہ ہندی کے इ اور उ کی ماتراؤں کے قائم مقام ہیں لیکن جب یہ الفاظ کے شروع یا آخر میں اگر اپنے حرف کے ساتھ اکیلا پڑھے جاتے ہیں تو ان کا ترتیب وار تخفیف ی اور و بھی تلفظ کرتے ہیں۔ جیسے بِہ + کار = بیکار، دِ + ماغ = دماغ، زُ + کام = زکام، خُ + مار = خمار، با + دِ + نسیم = بادِ نسیم وغیرہ۔ مگر اللہ کے لئے اب اُردو میں اور مزید پیچیدگی پیدا نہ کیجئے۔



انجمن کی نئی مطبوعات

۱۔ فرانسیسی ادب	۱۲٫۰۰
۲۔ کلیاتِ شاہی	۳٫۰۰
۳۔ فنِ تحریر کی تاریخ	۶٫۵۰
۴۔ ہندی مسلمان حکمرانوں کے سیاسی اصول	۲٫۵۰
۵۔ چند ہم عصر	۱٫۵۰

انجمن ترقی اُردو ہند۔ علی گڑھ

پبلشر و پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر دفتر انجمن سے شائع کیا　　۱